اکائی نمبر 11 خطوط غالبؔ: متن کی تدریس

ساخت

11.1 اغراض ومقاصد

11.2 تمہید

11.3 خطوط غالب

11.4 غالب کی مکتوب نگاری کی خصوصیات

11.5 خطوط غالب متن کی تدریس

11.6 آپ نے کیا سیکھا

11.7 اپنا امتحان خود لیجیے

11.8 سوالات کے جواب

11.9 فرہنگ

11.10 کتب برائے مطالعہ

11.1 اغراض ومقاصد

اس اکائی میں آپ کو یہ سمجھانے کی کوشش کی جائے گی کہ

- خطوط غالبؔ کی اہمیت وافادیت کیا ہے؟
- خطوط غالبؔ کی خاصیت کی ہے؟
- خطوط غالبؔ کا اسلوب کیا ہے؟
- غالبؔ سے قبل اردو نثر کا طرز اسلوب کیا تھا؟
- خطوط غالب میں زندگی کی کون کون سی اہم معلومات ملتی ہیں؟
- غالبؔ نے اپنے خطوط میں روزمرہ محاوروں، کہاوتوں، تشبیہوں اور استعاروں کا کس حد تک استعمال کیا ہے؟

11.2 تمہید

ادبی تاریخ کا مطالعہ کرنے کے بعد اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ اٹھارویں صدی کے آخر تک اردو نثر کے مجموعی سرمائے میں چند داستانیں اور چند مذہبی رسائل ہی موجود تھے۔ فورٹ ولیم کالج نے تراجم اور دیگر قصے کہانیوں کی طرف توجہ دے کر ایک نثری ماحول تو ضرور تخلیق کیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ خطوط غالبؔ سے قبل صرف داستانیں ہی اپنا وجود رکھتی ہیں۔

غالبؔ نے جب اردو خطوط نگاری کا آغاز کیا، اس وقت اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں اُن کے دواوین شائع ہو چکے تھے اور وہ ایک مستند اردو اور فارسی شاعر کی حیثیت سے تسلیم کیے جا چکے تھے۔ خطوط غالبؔ سے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ غالبؔ اگر شاعری نہ بھی کرتے تو بھی اپنے خطوط کی بنا پر اپنی ایک الگ شناخت کے حامل ہوتے جو آج انہیں نصیب ہے۔

11.3 خطوط غالب

شاعری ہی کی طرح اردو نثر کے فروغ وارتقا میں غالب کی خدمات نا قابل فراموش ہیں، غالب کے خطوط اردو نثر کا قیمتی سرمایہ ہیں، ان کے خطوط سے جہاں اردو کے مکتوباتی ادب کو نئی جہت ملی وہیں اردو زبان کو تکلف وتصنع سے پاک ایک سادہ وشگفتہ اسلوب نصیب ہوا، غالب نے یہ خطوط اپنے دوستوں، ساتھیوں اور شاگردوں کو لکھے ہیں۔ غالب دلآویز اور پر مزاح شخصیت کے مالک تھے، ان کی شگفتہ شخصیت کے نقوش ہمیں ان کے خطوط میں نظر آتے ہیں، بے تکلفی وبرجستگی کا جو انداز ہمیں غالب کے یہاں ملتا ہے وہ مشکل ہی سے کہیں نظر آئے گا، غالب بڑے شوق سے اپنے دوستوں اور شاگردوں کو خطوط لکھتے اور جواب کے منتظر رہتے، غالب کے یہ خطوط اردو زبان کے ارتقا میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

11.4 غالبؔ کی مکتوب نگاری کی خصوصیات

مرزا اسداللہ خان غالبؔ نے ویسے تو بحیثیت شاعر اپنا لوہا منوایا۔ فارسی اور اردو کے حلقوں میں اکثر انہیں اسی روپ میں جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ لیکن غالب کی شخصیت کا ایک اور پہلو ان کی خوبصورت نثر سے واضح ہوتا ہے۔ گرچہ انہوں نے فارسی نثر لکھی لیکن اردو میں ان کی جانب سے لکھے گئے خطوط اس کی بہترین مثال ہیں۔ غالبؔ نے اردو خطوط کا سلسلہ 1848ء کے آس پاس شروع کیا۔ ان کے اردو خطوط کے دو مجموعے شائع ہوئے۔ ایک ''عود ہندی'' دوسرا ''اردو معلیٰ''۔ منشی شیو نارائن آرام نے ''عود ہندی'' کے خطوط کو مرتب اور شائع کرنے کی اجازت مانگی تو مرزا اسداللہ خاں غالبؔ نے پہلے صاف منع کر دیا۔ بعد میں مرزا دوستوں کے اصرار پر راضی ہو گئے۔ ادھر جب کچھ نامعلوم وجوہات کی بنا پر عود ہندی کی اشاعت میں دیری ہونے لگی تو دہلی میں غالبؔ کے چاہنے والوں نے ''اردو معلیٰ'' کے نام سے ان کے خطوط کا نیا مجموعہ شائع کرنے کا فیصلہ لیا۔ اس مجموعے کی اشاعت غالب کی وفات کے بعد ہوئی۔ متذکرہ مجموعے کا دیباچہ میر مہدی مجروح اور خاتمہ میرزا قربان علی بیگ سالک نے تحریر کیا۔ اس کے علاوہ غالبؔ کے خطوط کے کچھ متفرق مجموعے بھی شائع ہوئے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ نادر خطوط غالب:۔ مولوی کرامت علی ہمدانی، صفیر بلگرامی اور صوفی منیری کے نام لکھے گئے خطوط اس مجموعے میں شامل ہیں۔

2۔ **مکاتیب غالب:۔** والیان ریاست رام پور کے نام بھیجے گئے خطوط اس مجموعہ کے نام سے شائع ہوئے۔

3۔ **نادرات غالب:۔** یہ بنی بخش حقیر کے نام بھیجے گئے 74 خطوط کا مجموعہ ہے۔اس مجموعے میں صرف پہلا خط فارسی کا ہے۔باقی سب اردو خطوط ہیں۔

خطوط غالب سے پہلے اردو نثر میں دو قسم کے اسلوب رائج تھے۔

1۔ ایک سادہ اور عام فہم اسلوب جس کی مثال میں فورٹ ولیم کالج کے زیر اثر شائع ہونے والی کتابیں پیش کی جاتی ہیں۔ایسی کتابوں میں میر حسن کی باغ و بہار اپنے سلیس اور رواں اسلوب کی وجہ سے سرفہرست ہے۔

2۔ دوسرا اردو کا مقفی اور مسجع اسلوب رائج تھا۔اکثر اہل قلم کے نزدیک عالمانہ انداز تحریر یہی مانا جاتا تھا۔یعنی معمولی باتوں کو استعاراتی یا تمثیلی انداز میں پیش کرنا۔رجب علی بیگ کا فسانہ عجائب والا مشکل، مقفی اور مسجع اسلوب اس کی بہترین مثال ہے۔فسانہ عجائب میں رجب علی بیگ سرور نے باغ و بہار پر بات کرتے ہوئے میر حسن پر سخت بھپکیاں کسی ہیں۔ایک جگہ کہتے ہیں کہ میر حسن نے دلی کے محاوروں کے ہاتھ پاؤں توڑے ہیں۔بہر حال غالب نے اپنے خطوط میں ایک نیا نثری طرز ایجاد کیا۔انہوں نے روایتی القاب کے استعمال سے منہ موڑا۔سیدھے سادھے انداز میں مطلب کی بات کہہ کر وہ اپنے خط کو مکمل کرتے ہیں اور پھر مکتوب الیہ کو ارسال کر دیتے ہیں۔ان کے خطوط کو پڑھتے ہوئے یہ گمان گزرتا ہے کہ وہ کسی کو خط نہیں لکھ رہے بلکہ سامنے بیٹھے ہوئے بات کر رہے ہیں۔اسی خصوصیت کی بنا پر انہوں نے کہا کہ میں نے مراسلے کو مکالمہ بنا دیا ہے۔یعنی میرے خطوط پڑھتے ہوئے ہر شخص کو یہ گمان گزرتا ہوگا کہ میں مکتوب الیہ (جس کو خط لکھا جا رہا ہو) کو سامنے بٹھا کر بات چیت کر رہا ہوں۔اس کے علاوہ غالب نے اپنے خطوط میں زندگی اور دہلی کے نجی حالات کو بھی رقم کیا ہے۔ان حالات کو رقم کرنے کے موجب ہی ان کے خطوط کی تاریخی اہمیت بھی بڑھ جاتی ہے۔وہ اپنے ہر خط کے اختتام پر تاریخ بھی رقم کرتے تھے۔جس سے خط کے زمانے کے تعین بآسانی ہوسکتا ہے۔طنز و ظرافت اور حقیقت بیانی بھی غالب کے خطوط کی ایک اہم خصوصیت ہے۔مقفی و مسجع عبارتیں، سہل پسندی، اختصار، جدت طرازی، منظر کشی، جزئیات نگاری، اور ان کے اشعار کی تشریح وغیرہ غالب کے خطوط کی اہم خصوصیات ہیں۔

11.5 خطوط غالب متن کی تدریس

غالب کے حوالے سے جو معلومات ہماری رسائی سے باہر ہیں وہ ہمیں ان کے خطوط سے مل جاتی ہیں اور غالب کے خطوں نے ہمیں بہت سی الجھنوں سے بچا لیا ہے۔یہ حق ہے کہ غالب کی ابتدائی شاعری میں مشکل پسندی زیادہ تھی۔غالب نے اپنے خطوط کے ذریعے اپنی شاعری کی تشریح و توضیح

کی اوران اشعار کا انکار کیا جو غالبؔ کے نام سے منسوب کئے گئے تھے۔ بطور نمونہ چند اقتباسات پیش ہیں:

''پچاس برس کی بات ہے کہ الٰہی بخش خاں مرحوم نے ایک زمین نئی نکالی میں حسب الحکم غزل لکھی بیت الغزل یہ

پلادے اوک سے ساقی جو ہم سے نفرت ہے
پیالہ گر نہیں دیتا نہ دے ، شراب تو دے

مقطع یہ ہے۔

اسدؔ خوشی سے مرے ہاتھ پاؤں پھول گئے
کہا جو اس نے ذرا میرے پاؤں داب دے

اب میں دیکھتا ہوں کہ مطلع اور چار شعر کسی نے لکھ کر اس مقطع اور اس بیت الغزل کو شامل ان اشعار میں کر کے غزل بنائی ہے اور اس کو لوگ گاتے پھرتے ہیں۔ مقطع اور ایک شعر میرا اور پانچ شعر کسی اُلو کے۔''

اسی طرح کے ایک اور واقعہ کو غالب اپنے خط میں بیان کیا ہے:

''خاشا، ثم حاشا! اگر یہ غزل میری ہو مصرع اسد اور لینے کے دینے پڑے'' اس غریب کو میں کچھ کیوں کہوں، لیکن اگر یہ غزل میری ہو تو مجھ پر ہزار لعنت۔ اس سے آگے ایک شخص نے یہ مطلع میرے سامنے پڑھا اور کہا کہ قبلہ آپ نے کیا خوب مطلع کہا ہے۔

اسدؔ اس جفا پر بتوں سے وفا کی
مرے شیر شاباش ! رحمت خدا کی

میں نے یہی ان سے کہا تھا کہ اگر یہ مقطع میرا ہو تو مجھ پر لعنت۔ بات یہ ہے کہ ایک شخص میر امانی اسدؔ ہو گزرے ہیں یہ غزل ان کے کلام معجز نظام سے ہے اور تذکروں میں مرقوم ہے۔۔۔۔۔ تم طرز تحریر اور روش فکر پر بھی نظر نہیں کرتے۔

قاضی عبدالجمیل جنوںؔ کے نام ایک خط میں ایک شعر کی تشریح یوں کرتے ہیں:

حسن اور اس پہ حسن ظن، رہ گئی بوالہوس کی شرم
اپنے پہ اعتماد ہے ، غیر کو آزمائے کیوں

مولوی صاحب! کیا لطیف معنی ہیں، داد دینا۔ حسن عارض اور حسن ظن دو

صفتیں محبوب میں جمع ہیں، یعنی صورت اچھی ہے اور گمان اس کا صحیح ہے۔ کبھی خطا نہیں کرتا، اور یہ گمان اس کو نہ نسبت اپنے ہے کہ میرا مارا کبھی نہیں بچتا، اور میرا تیر غمزہ کبھی خطا نہیں کرتا۔ پس جب اس کو اپنے اوپر ایسا بھروسا ہے تو رقیب کا امتحان کیوں کرے؟ اور حسن ظن نے رقیب کی شرم رکھ لی ورنہ یہاں معشوق نے مغالطہ کھایا تھا۔ رقیب عاشق صادق نہ تھا ہوس ناک آدمی تھا۔ اگر پائے امتحان درمیان آتا، تو حقیقت کھل جاتی۔

غالبؔ کے خطوط کی بنیادی اور اہم خصوصیت ان کے اشعار کی تشریح ہے۔ غالبؔ اپنے خطوط کے ذریعہ لوگوں کے اس اصرار کو پورا کر کے ان تک مشکل اشعار کی تشریح پہنچاتے تھے۔

خطوط غالبؔ کی دوسری اہم خاصیت القاب کا خاتمہ ہے۔ غالبؔ نے اپنے خطوط میں مکتوب الیہ کو القاب سے کبھی نہیں نوازا نہ ہی القابات کے ذریعہ وہ اس سے مخاطب ہوتے ہیں۔ انہوں نے سیدھے اور صاف انداز میں اپنے خطوط کا آغاز کیا ہے۔ جیسے یہاں خیریت ہے، وہاں کی عافیت مطلوب ہے، خط تمہارا بہت دن کے بعد پہونچا، جی خوش ہوا، مسودہ بعد اس اصلاح کے بھیجا جاتا ہے۔ برخوردار میر سرفراز حسین کو دینا اور دعا کہنا، اور ہاں حکیم میر اشرف علی اور میر افضل علی کو بھی دعا کہنا، لازمہ سعادت مندی یہ ہے کہ ہمیشہ اسی طرح خط بھیجتے رہو، کیوں سچ کہیو! اگلوں کے خطوط کی تحریر کی یہی طرز تھی؟ ہائے کیا اچھا شیوہ ہے، خانہ بے چراغ ہے، چراغ بے نور ہے، ہم جانتے ہیں تم زندہ ہو، تم جانتے ہو کہ ہم زندہ ہیں، چاہ بے آب ہے ابر بے باراں ہے، امر ضروری کو لکھ دیا۔ اس تحریر سے اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ مرزا غالبؔ اس طرز جدی کے موجد اور مخترع تھے۔ انھوں نے نہ صرف قدیم وفرسودہ طریق القاب وآداب اور خطوط میں معمولی باتوں کو یک قلم ترک کیا بلکہ تحریر میں سلاست و بے تکلفی کے علاوہ عجیب شگفتگی، دلآویزی اور شوخی وظرافت پیدا کی جس سے یہ طرز انھیں کے لئے مخصوص ہو گیا۔

مولانا الطاف حسین حالی کے الفاظ میں ''مرزا سے پہلے کسی نے خط کتابت کا یہ انداز نہ اختیار کیا اور نہ ان کے بعد کسی سے اس کی پوری پوری تقلید ہوئی''۔ مثال کے طور پر غالبؔ کے یہ خطوط دیکھیے۔

''تمہارے دستخطی خط نے میرے ساتھ وہ کیا جو بوئے پیراہن نے یعقوب کے ساتھ کیا تھا، میاں یہ ہم تم بوڑھے ہیں، یا جوان ہیں، یا ناتواں ہیں بڑے پیش قیمت ہیں یعنی بہر حال غنیمت ہیں کوئی جلا بھنا کہتا ہے

یاد گار زمانہ ہیں ہم لوگ
یاد رکھنا فسانہ ہیں ہم لوگ

وہی بالا خانہ ہے اور وہی میں ہوں سیڑھیوں پر نظر ہے کہ وہ

میر مہدی آئے وہ میر سرفراز حسین آے وہ یوسف مرزا آئے
وہ یوسف علی خاں آئے مرے ہوؤں کا نام نہیں لیتا، بچھڑے
ہوؤں میں سے کچھ گنے نہیں اللہ اللہ ہزراوں کا میں ماتم دار
ہوں، میں مروں گا تو مجھ کو کون روئے گا۔۔۔۔۔''

خداوند نعمت! سلامت

جو آپ بن مانگے دیں، اُس کے لینے میں مجھے انکار نہیں، اور جب
مجھ کو حاجت آپڑے، تو آپ سے مانگنے میں عار نہیں۔

بارگرانِ غم سے پست ہو گیا ہوں۔ آگے تنگ دست تھا، اب تہی دست
ہو گیا ہوں۔ جلد میری خبر لیجئے اور کچھ بھجوا دیجیے۔

چہار شنبہ، یازدہم ربیع الثانی سنہ 1275ھ، 17 نومبر سنہ 1858ء۔

عنایت کا طالب، غالب

یا مرزا تفتہ نے خط کا جواب لکھنے میں دیر کر دی تو غالبؔ اپنی ناراضگی کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

''کیوں صاحب، کیا یہ آئین جاری ہوا ہے کہ سکندر آباد کے رہنے والے دلی
کے خاک نشینوں کو خط نہ لکھیں؟۔ اگر یہ حکم ہوا ہوتا تو یہاں بھی اشتہار ہو
جاتا، کہ زنہار کوئی خط سکندر آباد کی ڈاک میں نہ جائے''۔

میر مہدی مجروح کے نام ایک خط کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

''او میاں سید زادہ آزادہ، دلی کے عاشق دلدادہ، ڈھے ہوئے اردو بازار کے رہنے
والے، حسد سے لکھنو کو برا کہنے والے، نہ دل میں مہر و آزرم، نہ آنکھ میں حیا و شرم''

غالبؔ نے پرانے طرز کے بے مزہ مقفیٰ مسجع فقرے جو قدیم نثر نگاروں کی شان تھے ترک کر کے عبارت میں جو دل آویزی اور بے تکلفی پیدا کی وہ صرف ان کے اصل خطوط پڑھنے سے ہی سمجھ میں آسکتی ہے۔ اسی بے تکلفانہ اور سادہ انداز نے ان کے خطوط کو مشہور کیا اور ان کا یہی اسلوب آگے چل کر جدید اردو نثر کے فروغ میں سنگ میل قرار پایا۔

غالب کے خطوط کی تیسری خاصیت یہ بھی ہے کہ انہوں نے مکالماتی انداز اختیار کیا۔ ان کے خطوط کو پڑھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے دو آدمی آمنے سامنے بیٹھے بات چیت کر رہے ہوں۔ خط کو آدھی ملاقات کہا جاتا ہے۔ غالب کے خطوط کا مطالعہ کرتے وقت یہ مفروضہ غلط ثابت ہو جاتا ہے۔ یہاں تو پوری ملاقات کا سماں بندھتا نظر آتا ہے۔ غالب نے خود کہا ہے کہ میں نے خط لکھنے کا نیا طرز ایجاد کیا یعنی مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا۔ مثلاً میرزا حاتم علی بیگ کو لکھتے ہیں۔

''میرزا صاحب میں نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلے کو مکالمہ بنا دیا
ہے۔ ہزار کوس سے بزبان باتیں کیا کرو۔ ہجر میں وصال کے مزے لیا کرو''۔

یا

''بھائی تم میں مجھ میں نامہ نگاری کا ہے کو ہے۔ مکالمہ ہے''۔

مرزا کے اس انداز کو مزید سمجھنے کے لئے ان کا ایک پورا خط یہاں بطور مثال پیش ہے۔ منشی نبی بخش حقیر کے نام لکھتے ہیں:

''بھائی صاحب کا عنایت نامہ پہنچا۔ آپ کا ہاتھرس سے کول آجانا ہم کو معلوم ہو گیا تھا۔ ہمارا ایک واقعہ نگار اس ضلعے میں رہتا ہے۔ حق تعالیٰ اس کو جیتا رکھے۔ گرمی کا حال کیا پوچھتے ہو، اس ساٹھ برس میں یہ لو اور یہ دھوپ اور یہ تپش نہیں دیکھی۔ چھٹی ساتویں رمضان کو مینہ خوب برسا۔ ایسا مینہ، جیٹھ کے مہینے میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اب مینہ کھل گیا ہے۔ ابر گھرا رہتا ہے۔ ہوا اگر چلتی ہے تو گرم نہیں ہوتی اور اگر رک جاتی ہے تو قیامت آتی ہے۔ دھوپ بہت تیز ہے۔ روزہ رکھتا ہوں مگر روزے کو بہلائے رہتا ہوں۔ کبھی پانی پی لیا، کبھی حقہ پی لیا، کبھی کوئی ٹکڑا روٹی کا کھا لیا۔ یہاں کے لوگ عجب فہم اور طرفہ روش ہیں۔ میں تو روزہ بہلاتا رہتا ہوں اور یہ صاحب فرماتے ہیں کہ تو روزہ نہیں رکھتا۔ یہ نہیں سمجھتے کہ روزہ نہ رکھنا اور چیز ہے اور روزہ بہلانا اور بات ہے۔ جے پور کا حال آپ کو منشی صاحب کے اظہار سے یا ان کے نام کے خطوط دیکھ کر معلوم ہو گیا ہے۔ مکرر کیوں لکھوں۔ خیر غنیمت ہے۔ یہ کیا فرض تھا کہ ہم جو چاہتے وہی ہوتا۔''

غالبؔ کے خطوط کی جوتھی خصوصیت جس کی بنیاد پر مولانا الطاف حسین حالیؔ نے انہیں حیوان ظریف کہا۔ غالبؔ نے طنز و مزاح میں جدت سے کام لیا ہے۔ ان کا مذاق عام مذاق نہ ہو کر علمیت سے مملو ہوتا ہے۔ غالبؔ کی زندگی کیونکہ غم و آلام کا منبع تھی۔ اس کا اظہار انہوں نے اپنے اشعار میں اکثر کیا ہے۔ لیکن خطوط میں غالبؔ جہاں ایسی باتوں کا ذکر کرتے ہیں فوراً رجوع کر لیتے ہیں اور پھر اپنا مزاق خود ہی اڑانے لگ جاتے تھے۔ مثلاً ان کے ایک خط کا یہ اقتباس:

''یہاں خدا سے بھی توقع نہیں، مخلوق کا کیا ذکر، کچھ بن نہیں آتی۔ اپنا آپ تماشائی بن گیا ہوں۔ رنج و ذلت سے خوش ہوتا ہوں۔ یعنی میں نے اپنے کو اپنا غیر تصور کیا ہے۔ جو دکھ مجھے پہنچتا ہے، کہتا ہوں کہ لو، غالب کے ایک اور جوتی لگی۔ بہت اتراتا تھا کہ میں بڑا شاعر اور فارسی داں ہوں۔ آج دور دور تک میرا جواب نہیں۔''

خلیق انجم لکھتے ہیں کہ مزے لے لے کر اپنی پریشانیوں کو اور مصیبتوں کا ذکر کرنے کے لیے بہت بڑا کلیجہ چاہیے۔ لیکن اپنی بات میں تاثیر محض کلیجے کے زخم بیان کر دینے سے نہیں پیدا ہو جاتی اسکے لیے

کلیجہ چیر کر دکھانا پڑتا ہے اور یہ کام غالبؔ نے اپنے خطوط میں کیا ہے۔

مرزا غالبؔ کے خطوط کی اہم خصوصیت جدت طرازی ہے۔ان کی اسی خصوصیت کی بنا پر انہیں جدید نثر کا پیش رو کہا جاتا ہے۔وہ اپنی ہر بات پرانے انداز میں نہ کہہ کر ایک نئے انداز میں کہتے ہیں۔جدت طرازی ان کے کلام کی جان ہے۔مکتوب الیہ کو اچھوتے انداز سے مخاطب کرتے۔مثلاً میر مہدی مجروح کے نام بعض خطوط کی عبارتیں:

''میاں لڑکے کہاں پھر رہے ہو،ادھر آؤ خبریں سنو''

''مار ڈالا یار تیری جواب طلبی نے''

''آہاہا۔میرا پیارا مہدی،آؤ بھائی مزاج تو اچھا ہے۔بیٹھو''

دراصل مرزا غالبؔ اپنے خطوط میں لفظوں کے ذریعہ پورے منظر کی تصویر کھینچ دیتے ہیں۔یعنی منظر کشی ان کے خطوط کی جان معلوم ہوتی ہے۔ان کے اکثر خط پڑھتے وقت سارا منظر آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔جیسے ایک خط کا یہ اقتباس دیکھئے:

''اور بولو کیا لکھوں، دھوپ میں بیٹھا ہوں، یوسف علی خان اور لالہ ہیرا سنگھ بیٹھے ہیں کھانا تیار ہے خط لکھ کر بند کر کے آدمی کو دوں گا اور میں گھر جاؤں گا وہاں دلان میں دھوپ آتی ہے اسی میں بیٹھوں گا منہ ہاتھ دھوؤں گا،ایک روٹی کا چھلکا سالن میں بھگو کر کھاؤں گا،چین سے ہاتھ دھوؤں گا،باہر آؤں گا پھر اس کے بعد خدا جانے کون آئے گا کیا صحبت ہوگی۔''

مندرجہ بالا اقتباس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں جزئیات نگاری میں کتنی مہارت حاصل تھی۔یعنی اگر گرمی کے موسم کا ذکر کرنا ہو ہے تو پھر دھوپ کی شدت،سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کا وقت،لو کی رفتار وغیرہ تمام جزئیات کو خوبصورت انداز میں اپنی تحریر کا حصہ بناتے ہیں۔

مختصر یہ کہ غالبؔ کے خطوط کی خصوصیات میں طنز و مزاح،شوخی تحریر،تاریخی سند،عروضی گفتگو،دلی کے حالات،جزئیات نگاری،منظر کشی وغیرہ تمام موجود ہیں۔انہوں نے ایک نیا اور اچھوتا اسلوب ایجاد کیا۔اسی اسلوب کی بدولت انہیں اردو نثر میں ایک منفرد مقام حاصل ہوا۔غالبؔ کے خطوط کو پڑھتے ہوئے جہاں ایک طرف قاری انداز نگارش کا لطف اٹھاتا ہے وہیں ان کے مزاحیہ اور علمی جملوں سے بہرہ ور ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے عہد سے آگہی بھی حاصل کرتا ہے۔

11.6 آپ نے کیا سیکھا

اس سبق میں آپ نے سیکھا کہ

- خطوط غالبؔ کے کون کون سے مجموعے شائع ہوئے ہیں۔
- جدید اردو نثر کے ارتقاء میں خطوط غالبؔ کس قدر پیش رو ثابت ہوئے۔
- غالبؔ کے وہ مشکوک اشعار جن کو ان کے نام سے منسوب کیا گیا تھا ان کی وضاحت۔
- خطوط غالبؔ کی طرز نگارش کیا تھی اس کی مثالیں۔
- غالبؔ نے اپنے خطوط میں کس قدر جزئیات نگاری سے کام لیا ہے۔

11.7 اپنا امتحان خود لیجیے

1۔ غالبؔ نے خط لکھنے کا سلسلہ کب شروع کیا؟

2۔ خطوط غالبؔ سے قبل کس کالج نے اردو نثر کے ارتقاء میں اہم خدمات انجام دیں۔

3۔ خطوط غالبؔ کے دو اہم مجموعوں کے نام بتائیے۔

4۔ کس نے عود ہندی کے خطوط کو مرتب اور شائع کرنے کی اجازت مانگی تھی تو غالبؔ نے منع کر دیا تھا؟

5۔ غالبؔ کے کچھ متفرق مجموعے بھی شائع ہوئے ان کے نام بتائیے؟

11.8 سوالات کے جواب

1۔ غالبؔ نے خط لکھنا تقریباً 1848ء میں شروع کیا۔

2۔ خطوط غالبؔ سے قبل فورٹ ولیم کالج نے اردو نثر کے ارتقاء میں اہم خدمات انجام دیں۔

3۔ خطوط غالبؔ کے دو مجموعے ایک ''عود ہندی'' اور دوسرا ''اردو معلیٰ'' شائع ہوئے۔

4۔ منشی شیو نارائن آرام نے ''عود ہندی'' کے خطوط کو مرتب اور شائع کرنے کی اجازت مانگی تھی تو غالب نے انکار کر دیا لیکن بعد میں دوستوں کے کہنے پر غالبؔ راضی ہو گئے تھے۔

5۔ خطوط غالب کے متفرق مجموعوں میں ''نادر خطوط غالبؔ''، ''مکاتیب غالبؔ''، ''نادرات غالبؔ'' وغیرہ شامل ہیں۔

11.9 فرہنگ

الفاظ	معنی
دواوین	دیوان کی جمع
متذکرہ	بیان کیا گیا، بیان کیا ہوا، جس کا ذکر کیا گیا ہو، مذکورہ
والیان	والی کی جمع، حاکم، مالک، سرتاج، آقا
مقفٰی	ہم قافیہ، قافیہ دار، جس میں قوافی ہوں،

مسجع — وہ عبارت یا مضمون جس کے الفاظ آپس میں ہم قافیہ یا ہم وزن ہوں۔

بھپکیاں — ڈرانے یا رعب ڈالنے کی کوشش

القاب — احترامی لفظ یا الفاظ جو خط یا عرضی میں مکتوب الیہ کے لئے لکھے جاتے ہیں۔

مکتوب — لکھا گیا، لکھا ہوا، تحریر شدہ، تحریری، مرقوم

منبع — زمین کے اندر سے پانی نکلنے کی جگہ، سوتہ یا چشمے کا سرا، سرچشمہ

اختصار — طوالت کی جمع، چھوٹا، مختصر، خلاصہ

اوک — چلو، گھونٹ، ایک یا دو ہاتھوں کی وہ شکل جو انہیں نیچے کے ہونٹ سے لگا کر پانی پینے کے وقت بنتی ہے۔

جفا — ستم، زیادتی، ناانصافی

حسن ظن — نیک گمان، کسی کے متعلق اچھا خیال، اچھی رائے

11.10 کتب برائے مطالعہ

1۔	شمس الرحمٰن فاروقی	تفہیم غالبؔ	غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی 2006
2۔	خلیق انجم (مرتب)	غالبؔ کے خطوط	غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی 2000
3۔	عبدالقوی دسنوی	مطالعہ خطوط غالب	نسیم بکڈپو، لاٹوش روڈ لکھنو 1978
4۔	حامدہ مسعود	خطوط غالب فنی تجزیہ	ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ 1982
5۔	پروفیسر حنیف نقوی	غالبؔ اور جہان غالب	غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی 2012
6۔	تنویر احمد علوی	خطوط غالبؔ کی روشنی میں غالب کی سوانح عمری	ایضاً 2004
7۔	ڈاکٹر شمس بدایونی	تفہیم غالب کے مدارج	غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی 2015